OPEN ACCESS
Iḥyā ʾal ʿulūm
ISSN (Online): 2663-6263
ISSN (Print): 2663-6255
www.joqs-uok..com

Iḥyā ʾal ʿulūm, Vol.:22, Issue,1: Jan-Jun 2022
PP: 13-24

خطبہ حجۃ الوداع اور عالمی وحدتِ امت کے مظاہر: سیرتِ طیبہ کی روشنی میں

Farewell sermon and manifestations of global unity of the Ummah in the light of Sira-e-Tayyiba

Dr. Hafiz Faiz Rasool

Assistant Professor, Department of Islamic Studies,Lahore Garrison University Lahore.

Abbas Ali Raza
Senior Lecture, Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University Lahore.

Abstract

The most important of all the manifestations of the world ummah that have been taught to the ummah through the Farewell Sermon of the Holy Prophet (saw) is the teachings of "Human Unity". And these teachings are very effective for today's needs. Because of the ever-increasing number of human consciousness, this position seems to be clearly correct and prudent. It will focus on achieving and devoting most of its energies to the restoration of high human values by reversing the system of tyranny. It is expected that this will be a gathering of Muslim Ummah as well as a gathering of scholars. And it is not far off that leadership will emerge from somewhere else. At this moment, there will be no better guide than the Qur'an and the Holy Prophet (saw). The principle has been provided for the establishment of social equality among all human beings by eliminating all distinctions of region and language, rich and poor, color and race and caste. The provision of this principle has paved the way for the establishment of global unity, human equality and collective justice. Today, in the second decade of the 21st century, we are facing a difficult

challenge of rejuvenation and rejuvenation of the Islamic Nation. The challenge was to revive and rejuvenate the Abrahamic people. Describe in the light of circumstances and events.

***Keywords**: Human Unity, Muslim Ummah, Islamic Nation.*

تمہید:

اسوۂ عمرانی کی اس اساس کو رسولِ کریم ﷺ نے مکہ مکرمہ کی فتح کے موقع پر خطبہ ارشادفرماتے ہوئے تعبیری جامہ پہنایا تھا۔ بعد ازیں خطبہ حجۃالوداع میں بھی اسی تعبیر اور اس کی عملی تکمیل پر زور دیا گیاہے۔ مگر یہ احساس بہت ہی دکھ بھرااور کرب انگیز ہے کہ ہم سب اجتماعی طور پر ملت کی اس معاشرتی و عمرانی اساس سے منحرف ہو چکے ہیں۔اور صدیاں بیت چکی ہیں مگر کسی کو اس انحراف اور اس کے سنگین نتائج کی کوئی فکر او رپرواہ تک نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے الوداعی خطبہ کے موقع پر عالمِ انسانیت کے لئے بالعموم اور قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لئے بالخصوص جوہدایات ارشاد فرمائیں اس میں بنیادی بات مسلم امہ کی عمرانی ساخت کے تعلق سے تھی۔ اس لحاظ سے خطبۂ حجۃالوداع عمرانی اساس کی تعبیر اور توضیح کی حیثیت رکھتاہے۔اور پوری طرح سے اس لائق ہے کہ اصولِ مساواتِ انسانی کے تحت عالمی سطح پر بنی نوعِ انسانی کے جملہ افراد اور طبقات کو سمیٹ کر ایک ہی وحدتِ عمرانی میں ضم کر دے۔ اسی اصول کی بنیاد پر ایک عالمگیر معاشرہ کی تشکیل میں قدرتی مدد فراہم ہو سکتی ہے۔ یہ خطبہ ابدی اور سرمدی اصولوں کا آئینہ دار ہے۔ اور بلا شبہ جو سماجی اجتماعیت اور عمرانی معاشرت ان اصولوں پر قائم ہو گی وہی ٹھوس، پائیدار اور جاندار بھی ہو گی۔ حیاتِ اجتماعی کو درپیش مشکلات کے حل کی کلید اسی کے پاس ہے۔اور اس کا کوئی بھی کارآمد متبادل نہیں ہے۔

عالمگیر معاشرت کے لیے یہ جملہ اصول اور اقدار خود رسول اللہ ﷺ نے اپنے اسوۂ عمرانی کے ذریعے روبہ کار لا کر بھی دکھادیئے تھے۔ اور اس کے فوائد و ثمرات سے بھی جملہ یگانے و بیگانے بہرہ اندوز بھی ہوئے تھے۔ مگر شائد انسانیت ابھی اس فریب سے پوری طرح باہر آنے کے لیے تیار نہ تھی کہ زور وزبردستی کی بنیاد پر بھی دیرپا تسلط جمائے جا سکتے ہیں۔ اور یوں خلقِ خدا کو قابو میں رکھ کر ان پر حکمرانی کے مزے لوٹے جاسکتے ہیں۔ماضی میں اس کی کئی مثالیں ہیں بلکہ تاریخ ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ مگر نئے دور اور نئے حالات کے تقاضوں کے پیشِ نظر یہ مشق سوائے ذلت ورسوائی کے اور کچھ نہیں دے سکے گی۔ یہی نہیں بلکہ جب ایسوں کا اقتدار تباہ ہوتا ہے تو صفحۂ ہستی سے کچھ اس طور نابود ہوتے ہیں کہ تاریخ ان کی مذمت اور برائیوں کا صحیفہ نظر آنے لگتی ہے۔ بنوامیہ ، بنو عباس ، مغل شہنشاہیت و دیگر ایسے بہت سے نقوش مختلف وقتوں میں دنیاپر چھائے رہے ہیں جنہیں یہ زعم تھا کہ ان کی حدودِ سلطنت میں ان کی مرضی کے خلاف پرندہ پر نہیں مار سکتا۔ مگر آج ہمیں مقابر وآثار قدیمہ میں ہی نظر آتے ہیں۔ اور کئی تو ایسے بھی ہیں جن کی فقط مذمت ہی باقی رہ گئی ہے باقی کچھ نہیں بچا۔ درحقیقت ماضی میں ہوتا یہ رہاہے کہ افراد کی خاطر اصول توڑے یا مار دیئے جاتے تھے۔ اور کسی کو ندامت تک نہیں ہوتی تھی۔ افراد نے ہمیشہ رہنا تھا نہ رہے۔ جاتے چلے تو گئے مگر ان کے ہاتھوں ہوا یہ کہ بنیادی انسانی اصولوں اور اقدار کا جنازہ نکل گیا۔ یہ کھلی چھوٹ جب تک تھی تو تھی۔ اب اس کی بساط لپٹتی صاف نظر آرہی ہے۔ قدیم انسانی نظام جو صدیوں بلکہ ہزاروں سال سے خلقِ خدا کے دلوں پر اپنی دھاک جمائے بیٹھے تھے،

نقد و نظر کی زد میں آکر آج تباہی کی طرف جارہے ہیں۔ سوشلزم اپنی موت آپ مر چکا ہے۔ خیر یہ تجربہ کچھ زیادہ پرانا بھی نہیں تھا۔اب سرمایہ دارانہ نظام کے تانے بانے کمزور پڑتے جارہے ہیں۔ عالمی سطح پر اس کے ظالمانہ طرزِ عمل کے خلاف جذبات پیدا ہو رہے ہیں۔اصل حقیقت یہ ہے کہ انسان بہت ہی ناپائیدار بنیادوں پر خود کو عالم کے لیے ناگزیر سمجھنے کی غلطی کرتا آیا ہے۔ ایک انسان خود خواہ کتنا ہی زیرک و دانا ہو، ماضی اور حال سے آگے نہ دیکھ سکتا ہے نہ راستہ دکھانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہ وقت جب گزر جائے گا تو ایک روز وہ اور اس کا سب کیا دھرا قصۂ پارینہ بن کر تاریخ کے صفحات کی زینت بن جائے گا۔ یہ نقش ناپائیدار ہے اور ناپائیدار ہی رہے گا۔ ہمیشہ رہے گا نام بس اللہ رب ذوالجلال کا اور ہمیشہ رہنے والی اس ذات کا دیا ہوا نظام ہی دائمی و ابدی اِصولوں سے ہم آہنگ ہے۔ کوئی اور نظام اس کی جگہ نہ کبھی لے سکا ہے اور نہ کبھی لے سکے گا۔انسان کی کمزوری یہ ہے کہ اس کو بھٹکتے دیر نہیں لگتی۔ خود فریبی اور خوش فہمی بہت ہی جلد اس کو اپنا شکار بنا لیتے ہیں۔ پھر انجام سے بے خبر ہو کر آگے بڑھتا اور ٹھوکر کھائے بغیر سنبھل نہیں پاتا۔

رسول اللہ ﷺ کے الوداعی خطبے میں عالمی امت کے جن مظاہر کی حقیقی تعلیمات امت کو بتائی اور سمجھائی گئیں اس میں سب سے اہم ''وحدت انسانی'' سے متعلق تعلیمات ہیں۔ جو تا قیامت مسلمانوں سمیت دیگر انسانیت کے لئے مشعل راہ ہیں۔ اور موجودہ زمانہ کی ضرورتوں کے لئے یہ تعلیمات بہت زیادہ مؤثر ہیں۔ کیونکہ انسانی شعور میں روز بروز اضافہ کے باعث یہ مؤقف واضح طور پر درست اور قرینِ دانش نظر آنے لگا ہے کہ دنیا بہت جلد تمام رکاوٹوں کو عبور کرتے ہوئے ''عالمی وحدت، مساواتِ انسانی اور عدلِ اجتماعی'' جیسے اعلیٰ وارفع مقاصد کے حصول کی طرف متوجہ ہو گی اور ظالمانہ وضع کے جملہ نظاموں پر خطِ تنسیخ پھیر کر اعلیٰ انسانی اقدار کو بحال کرنے پر اپنی بیشتر توانائیاں لگا دے گی۔ متوقع طور پر یہ مسلم امہ کا اجتماع تو ہو گا ہی ساتھ ہی دانش عالم کا اجتماع بھی ہو گا۔ اور یہ بھی بعید نہیں کہ قیادت کہیں اور ہی سے ابھر کر سامنے آئے۔اس لمحے قرآن حکیم اور اسوۂ رسولِ کریم ﷺ سے بہتر کوئی رہنما نہیں ملے گا۔ یہ بات اپنی جگہ بے پناہ اہمیت کی حامل ہے کہ بنی نوعِ انسان کے مابین پائے جانے والے علاقہ و زبان، امیر و غریب، رنگ و نسل اور ذات پات کے جملہ امتیازات کا خاتمہ کرتے ہوئے تمام ابنائے آدم کے درمیان سماجی مساوات کے قیام کے لیے اصولی بنیاد فراہم کر دی گئی ہے۔ اس اصولی بنیاد کی فراہمی سے ہی عالمی وحدت، مساوات انسانی اور عدلِ اجتماعی کے قیام کی راہ ہموار ہو گئی ہے۔

آج اکیسویں صدی کی تیسری دہائی میں ہمیں ملتِ اسلامیہ کے احیاء و نشأۃ ثانیہ کا ایک مشکل چیلنج درپیش ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ عمرانی میں موجودہ دور کے تقاضوں اور ضرورتوں سے متعلق مکمل ہدایت اور راہبری موجود ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو بھی ملتِ ابراہیمی کے احیاء و نشأۃ ثانیہ کا ہی چیلنج درپیش تھا۔ ذیل میں ہم نبی کریم ﷺ کے خطبہ حجۃ الوداع میں موجود تعلیمات اور عالمی وحدت امت کے لئے جن بنیادی مظاہر کی جانب مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے اسے قرآن وسنت اور موجودہ حالات وواقعات کی روشنی میں بیان کرتے ہیں ملاحظہ کیجئے:

خطبۂ حجۃ الوداع اور عالمی انسانی وحدت:

دنیا میں جتنے بھی ادیان اور نظام ہائے حیات ہیں، ان کا مقصد ایک ہے، کہ وہ ایسا طریقہ اور راستہ بتائیں، زندگی کے ایسے اصول سمجھائیں جن پر عمل کر کے تمام انسانوں کو حقیقی خوشی اور اطمینان حاصل ہو اور جس سے ان کے قوائے لطیفہ کو فروغ ہو

جس کی وجہ سے انسانی معاشرے میں عدل و انصاف اور انسانوں کے درمیان محبت اور الفت کے روابط پیدا ہوں، ان کے اندر باہمی تعاون خیر اور نیکی کی صلاحیت پیدا ہو۔

اسی مقصد کے لئے دنیا میں ہر مذہب نے اپنے طور پر کوشش کی ہے اور اسی کے حصول کے لئے فلسفیوں، قانون دانوں اور علوم عمرانی کے ماہرین نے ہمیشہ سے جدوجہد کی بلکہ صحیح تو یہ ہے کہ پوری نوع بشر اسی تگ ودو میں لگی ہوئی ہے اور ہزاروں سال سے اس کوشش میں مصروف ہے، تاہم اسے ابھی تک چنداں کامیابی نہیں ہوئی ہے۔ جس کی بنیادی وجہ محض اس کے سوا کچھ نہیں کہ پہلے ان بنیادوں کو استوار نہیں کیا گیا، جن پر انسانیت کی عظیم الشان عمارت کھڑی ہو سکتی تھی۔ یعنی پہلے یہ بتانا ضروری تھا کہ خود انسانیت کیا چیز ہے۔ انسان کی ابتداء اور انتہا کیا ہے؟ انسان کی اصل حقیقت کیا ہے؟ انسان کا اس کائنات میں مقام کیا ہے؟ اور تخلیق کے اعتبار سے مخلوقات میں انسان کا درجہ کیا ہے؟ رسول کریم ﷺ نے اپنے آخری خطبے میں رہتی دنیا تک تمام انسانیت کو واضح انداز میں یہ تعلیم عطا کی کہ:

"ان ربکم واحد ، وان اباکم واحد، کلکم لآدم وآدم من تراب"[1]

ترجمہ: تمہارا پالنہار واحد ہے اور تمہارا باپ ایک ہے، تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے۔

انہیں بنیادوں پر انسانیت کا کوئی عالمی تصور قائم ہو سکتا تھا۔ لیکن دنیا کے اکثر ادیان، مفکرین اور فلسفیوں نے اس نکتے کو نمایاں نہیں کیا، اسی وجہ سے تمدن عالم میں ہمیشہ انتشار پھیلا رہا، انسان انسان کا دشمن بنا رہا اور طبقات کی جنگ ہمیشہ جاری رہی، بلکہ نسل اور رنگ کا بھوت بھی بہت سی قوموں پر سوار رہا۔ جس سے پوری انسانیت بٹ کر رہ گئی اور ہمیشہ سے باہمی جنگ و جدل میں مصروف رہی۔ آپ ﷺ نے الوداعی خطبے کے موقع پر ظلم و بربریت اور جنگ وجدل سے بچنے کی تعلیم دی تاکہ عالمی وحدتِ امت کی راہ میں حائل یہ بڑی رکاوٹ بھی بالخصوص مسلمانوں سے ہمیشہ کے لئے دور ختم ہو جائے، آپ ﷺ کا فرمان ہے:

" اسمعوا منی، تعیشوا! الا لاتظلموا، الا لا تظلمو، الا لاتظلموا، فلا تظلموا انفسکم"[2]

ترجمہ: میری بات سنو! زندگی پا جاؤ گے۔ خبردار تم ظلم نہ کرنا، تم ظلم نہ کرنا، پس ایک دوسرے پر ظلم نہ کرنا۔

اس کے علاوہ یہ بھی ارشاد فرمایا:

"ولا تقتلوا النفس التی حرم الله الا بالحق"[3]

ترجمہ: اور سوائے حق کے کسی کی جان مت لو۔

ظلم و بربریت، قتل وغارت اور لوٹ مار انسانوں میں نفرتوں کے بیج بوتی ہے اور یہی حال اس عرب معاشرت کا تھا جہاں آپ ﷺ نے اپنے اسوۂ عمرانی کی تعلیمات کے ذریعے پوری امت کو ان خرابیوں سے بچنے کی تاکید فرمائی۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

" قال : فان دماء کم واموالکم و اعراضکم و ابشارکم علیکم حرام"[4]

ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا: پس بیشک تمہارا خون ایک دوسرے پر حرام ہے، اور تمہارے اموال، تمہاری عزتیں، تمہاری کھال (جلد، جسم، بدن) بھی ایک دوسرے پر حرام ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے انسانیت کو وہ تصور دیا جو اس کی اصل فطرت کے مطابق تھا۔ اسلام نے انسان اور کائنات کے

بارے میں جو باہمی رشتہ پیدا کیا اس کو پوری وضاحت سے پہلی مرتبہ قرآن نے پوری دنیا کے سامنے پیش کیا۔ ہم اس نظریئے کے اجزاء کو ذیل میں مختصراً پیش کرتے ہیں:

وحدتِ تخلیق:

یوں تو تخلیق کے کئی نظریات ہیں جن میں یہ بھی ہے کہ انسان اور تمام کائنات خود بخود وجود میں آ گئی، اس کا کوئی خالق نہیں تھا۔ لیکن ہم اس بحث میں نہیں پڑتے، بلکہ ابتدا یہاں سے کرتے ہیں کہ ہر چیز کا خالق رب ذوالجلال ہے اور انہیں مخلوقات میں انسان بھی داخل ہے۔ اس کے متعلق خالقِ ذوالجلال نے واضح فرمایا ہے کہ ہم نے انسان کو نفس واحدہ سے تخلیق کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُواْ رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُم مِّنْ نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ'' [5]

ترجمہ: اے انسانو! اپنے پروردگار کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک ہی جان سے پیدا کیا ہے۔

مراد یہ نہیں ہے کہ پہلے ایک مرد یا عورت کو پیدا کیا اور اس سے نسل انسان کا سلسلہ چلا بلکہ یہ ہے کہ خالقِ کائنات نے پہلے خود نفس انسانی کو خلق کیا اور اس سے مرد اور عورت کی تخلیق کی۔ پھر اس سے نسل آدم کا سلسلہ شروع ہوا۔ آج کل دنیا میں انسانوں کی پانچ چھ بڑی اور مشہور نسلیں پائی جاتی ہیں، مثلاً آریائی، سامی، منگول، حبشی، سرخ ہندوستانی، اور نورڈک (Nordic) نسل کے لوگ تاریخی طور پر یہ ثابت نہیں ہے کہ ان سب نسلوں کا مرجع ایک ہے، یعنی ایک ہی خاندان سے یہ سب نسلیں پیدا ہوئی ہیں۔ لوگوں کی عمومی رائے یہی ہے کہ ان سب کی اصل الگ الگ ہے۔ اسی وجہ سے سفید نسل کے لوگ سیاہ فام انسانوں کو حقارت آمیز نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اسی طرح سامی نسل کے لوگ آریائی نسل کے لوگوں سے نفرت کرتے ہیں۔ کیونکہ دنیا کے تمام معلوم پیغمبر اسی نسل سے اٹھے اور دنیا کے تمام بڑے الہامی ادیان یہودیت، عیسائیت کے بانی اسی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔

اب وحدت تخلیق کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انسانوں کا رنگ ان کی ظاہری شکل و صورت ان کا قد، بال اور دانت جیسے بھی ہوں۔ ان باتوں سے ان کی اصل حقیقت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ تعلیم و تربیت اور سازگار ماحول سے جو اثر ایک حبشی، ایک منگول نسل کے آدمی پر پڑتا ہے وہی اثر ایک آریائی اور سامی نسل کے آدمی پر بھی پڑتا ہے۔ یعنی تربیت اور ماحول کی آسانی یا مشکل یا سختی اور صعوبت کے اعتبار سے انسان کی عادت اور صلاحیت بدل جاتی ہے۔ لیکن یہ ایک ظاہری تغیر ہے۔ اس بنیاد پر انسان کو بانٹا نہیں جاسکتا۔ اسلام کی ابدی تعلیمات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دنیا کے تمام انسان ایک ہی اصل سے تخلیق ہوئے ہیں۔ اسی حقیقت کی جانب اللہ کے رسول ﷺ نے خطبہ حجۃالوداع میں فرمایا:

''ان ربکم واحد ، وان اباکم واحد، کلکم لآدم وآدم من تراب'' [6]

ترجمہ: تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے، تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے۔

اس لئے تخلیق کے اعتبار سے ان میں کوئی فضیلت یا نقص نہیں ہے۔ انسان کے لحاظ سے سب ایک درجے کے انسان ہیں، کیونکہ ایک ہی خالق نے انہیں پیدا کیا وہی قوانین اور صلاحیتیں ایک انسان کے اندر رکھیں جو دوسرے کے اندر رکھیں۔ اس لئے یہ بات کسی غرور یا افتخار کا سبب نہیں بن سکتی۔ فضیلت کا یہ سبب ہو سکتا ہے کہ انسان ان فطری صلاحیتوں کو جلادے کر اتنا روشن کردے اور اتنا نفیس پاکیزہ اور خوبصورت بنادے کہ اس کی شخصیت دوسرے انسانوں سے زیادہ ممتاز نظر آنے لگے یہ کام

جس طرح ایک آریائی یا سفید نسل کا انسان کر سکتا ہے، اس طرح ایک منگول یا حبشی نسل کا انسان بھی کر سکتا ہے۔ تخلیق کے اس نظریہ سے اسلام نے تمام دنیا کے انسانوں کو ایک جسمانی رشتے میں اکٹھا کر دیا، یقیناً یہ انقلابی تصور ہے۔ جس نے انسانی کی حد بندیوں کو توڑ دیا اور رنگ و نسل کے اختیارات کو مٹا دیا، اسلام کی اس عظیم خدمت کا اعتراف دنیا کے ہر غیر مسلم مفکر نے کیا ہے اور خود دنیائے اسلام کے اندر اس حقیقت کا مظاہرہ دن رات دیکھنے میں آتا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ اپنے خطبے میں اسی پہلو کی جانب مسلمانانِ عالم کی توجہ مبذول کروائی ہے۔ آپ ﷺ ارشاد فرمایا:

"ایهاالناس! اسمعوا قولي! واعقلوه! ان كل مسلم اخ المسلم وان المسلمين أخوة۔ الا كل مسلم محرم على كل مسلم ۔ والمؤمن على المؤمن حرام ۔ كحرمة هذا اليوم۔" [7]

ترجمہ: اے لوگو! میری بات سنو اور اسے سمجھو! بے شک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور یہ کہ سب مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ خبردار! ہر مسلمان دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ اور ہر مومن دوسرے مومن پر حرام ہے، جس طرح آج کے دن کی حرمت ہے۔

جہاں تخلیق کے اس ظاہری فرق کا کوئی نشان نہیں ملتا۔ حالانکہ دنیائے اسلام میں ہر نسل اور ہر رنگ کے لوگ آباد ہیں اور آج تک کسی ملک یا کسی نسل کے مسلمان نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ نسلی اعتبار سے دوسری نسل کے مسلمانوں سے بہتر ہے۔ وحدت تخلیق کے نظریے سے اسلام نے اقوامِ عالم کے نسلی تفاخر کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کیا ہے، اگرچہ دوسری اقوامِ عالم اس بت شکنی کو تسلیم نہ کریں، لیکن دنیا آہستہ آہستہ اسی نقطہ نظر کی طرف آ رہی ہے۔ جمعیت قوم اور انجمن اقوام متحدہ اور اس کے بیسیوں ذیلی ادارے اسی حقیقت کو پانے کی کوشش کر رہے ہیں، اور اس نسلی امتیاز کو مٹانے میں مصروف ہیں۔ نسلی امتیازات اور اس جیسی جاہلیت کی تمام خرابیوں سے متعلقہ امور کے خاتمے کا کئی صدیاں قبل اللہ کے رسول ﷺ نے خطبہ حجۃالوداع کے اہم ترین مواقع پر اس امر کا صاف اور واضح لفظوں میں اظہار و اعلان بھی فرمایا ہے۔ خطبہ حجۃالوداع سے مأخوذ اس اقتباس کو بھی دیکھ لیجیے:

"فخطب الناس وقال ان دمآءكم وأموالكم حرام كحرمة يومكم هذا في شهركم هذا في بلدكم هذا۔ ألا ان كل شيءٍ من أمرالجاهلية تحت قدمى موضوع" [8]

ترجمہ: آپ ﷺ نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا: یہ امر طے ہو گیا ہے کہ تم لوگوں کی جانیں اور تم لوگوں کے اموال اسی طرح حرمت و تقدس کے حامل ہیں جیسے آج کا یہ دن، تمہارے اس مہینہ میں اور تمہارے اس شہر میں حرمت و تقدس کا حامل ہے۔ اب یہ بات دھیان میں رکھ لو کہ جاہلیت کے جملہ امور و معاملات یہاں میرے قدموں میں مردہ و پامال پڑے ہوئے ہیں۔

رسولِ کریم ﷺ نے نسلی تفاخر و امتیازات اور حسب و نسب کی مفاخرت و عصبیت کے خاتمے کے لیے فرمایا:

"أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا إِلَى عَصَبِيَّةٍ وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَلَى عَصَبِيَّةٍ وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلَى عَصَبِيَّةٍ" [9]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں جو کسی عصبیت کی طرف بلائے اور وہ شخص بھی ہم میں سے نہیں جو عصبیت کی بنیاد پر لڑائی کرے، اور وہ شخص بھی ہم میں سے نہیں جو تعصب پر مرے۔

جب رسولِ کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا نسلی امتیاز یا عصبیت کے متعلق تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

"سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمِنَ الْعَصَبِيَّةِ أَنْ يُحِبَّ الرَّجُلُ قَوْمَهُ قَالَ لَا وَلَكِنْ مِنْ الْعَصَبِيَّةِ أَنْ يُعِينَ الرَّجُلُ قَوْمَهُ عَلَى الظُّلْمِ "[10]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ: کیا اپنی قوم سے محبت رکھنا عصبیت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ ظلم پر قوم کی مدد کرنا عصبیت ہے۔

وہ اسلام کا نام لیں یا نہ لیں لیکن وہ کام اسلام ہی کا کر رہے ہیں اور خدا کو یہی مقصود ہے، ضروری نہیں کہ یہ صرف وہی لوگ انجام دیں جو نام کے مسلمان ہیں، یقینی طور پر انسانیت کی بھلائی اور عافیت خدا کو محبوب ہے۔ اس لئے ان کے قلب و نظر کی صفائی جس طرح بھی ممکن ہے، اسلام کا وہی مقصد اور خدا کا وہی منشا ہے۔

وحدتِ انسانیت:

اسلام نے دوسرا نکتہ یہ پیش کیا کہ رب ذوالجلال نے اس تمام کائنات کو تخلیق کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِیْ الْاَرْضِ جَمِیْعاً"[11]

ترجمہ: وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان واحد سے پیدا کیا۔

اور پھر اس کائنات میں انسان کو پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"یَا اَیُّہَا النَّاسُ اعْبُدُواْ رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُونَ "[12]

ترجمہ: اے انسانو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور تم سے پہلے والوں کو، عجب نہیں کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

اور پھر فرمایا کہ اس کائنات اور اس کی تمام نعمتوں کو اُس نے اسی انسان کے لئے خلق کیا ہے۔

ارشاد فرمایا:

"اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللہَ سَخَّرَ لَکُم مَّا فِیْ الْاَرْضِ "[13]

ترجمہ: کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمہارے واسطے کام میں لگا رکھا ہے اس کو بھی جو زمین میں ہے۔

اور پھر کہا کہ ہم نے تمام موجودات پر انسان کو فرماں روائی اور حاکمیت عطا کی، تاکہ وہ اُس سے فیضیاب ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَسَخَّرَلَکُمْ مَافِیْ السَّمَوَاتِ وَمَافِی الْاَرْضِ جَمِیْعاًمِنْہُ "[14]

ترجمہ: اور اس نے تمہارے لئے مسخر بنایا جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے اور جو کچھ بھی زمین میں ہے سب کو اپنی طرف سے۔

اللہ تعالیٰ کے الطاف و عنایات سے پورا پورا فائدہ اٹھائے اور پھر اپنے منعم حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے، اس کے سامنے جھکے اور اس کے حکم کے مطابق اس دنیا میں زندگی بسر کرے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ ہم نے ساخت اور تشکیل کے اعتبار سے اور ذاتی صلاحیتوں کے لحاظ سے انسان کو ہر دوسری مخلوق پر فضیلت دی ہے فرمایا:

"لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ"[15]

اس سے مراد یہ نہیں تھی کہ ہر نسل اور ہر قوم کے ایک ایک انسان کو چن لیا اور اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت کی بلکہ خود نفس انسانیت کو اپنی نظر عنایت کا مرکز بنایا۔ اس کے سامنے آدم کی پوری نسل تھی۔ جس کو اس نے ابتداء میں پیدا کیا تھا اور اسی لئے فرمایا تھا کہ ہم نے انسان کو زمین میں خلافت عطا کی اور اسے لائقِ تکریم و تعظیم بنایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلائِفَ الاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَا آتَاكُمْ "[16]

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین پر خلیفہ بنایا اور تم میں سے ایک کے رتبے دوسرے پر بلند کئے تاکہ تمہیں ان چیزوں میں آزمائے جو اس نے تم کو دے رکھی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کے سینے میں وہ امانت رکھی ہے جو کسی اور مخلوق کے اندر نہیں رکھی وہ امانت یہ تھی کہ انسان خدا کی مرضی کے مطابق اس عالم میں ایک انسانی معاشرہ قائم کرے گا، اس کی حکمتوں اور اسکے احکام کی روشنی میں خود زندگی بسر کرے گا اسی کی روشنی میں تاریخ کی رہنمائی کرے گا، یہ خطاب اور یہ ذمہ داری پوری انسانیت کو سونپی تھی، کسی ایک قوم یا نسل اور رنگ کے لوگوں کو نہیں، اس بات کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ سیرت انسان کی تمام بنیادی صفات اور محاسن جس طرح ایک قوم کے لوگوں میں پائے جاتے ہیں اسی طرح دوسری قوم کے لوگوں میں بھی پائے جاتے ہیں، اس طرح دنیا کا کوئی بھی انسان خواہ وہ کسی نسل یا قوم سے تعلق رکھتا ہو، بہترین انسان بن سکتا ہے تاریخ عالم سے اس کی صدہا مثالیں ملتی ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے انسانوں کو اسی فطرت پر پیدا کیا جو ہم نے ان کے لئے معین کی تھی۔

ارشاد فرمایا:

"فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ "[17]

ترجمہ: اللہ کی اس فطرت کا اتباع کرو جس پر اس نے انسان کو پیدا کیا ہے، اللہ کی بنائی ہوئی فطرت میں کوئی تبدیلی نہیں۔

یعنی سب کے لئے ایک ہی فطرت تھی، یہی وجہ ہے کہ جب افرادِ انسانی اپنی اس فطرت کو پہچان کر آگے بڑھتے ہیں تو سب کے سب حسن و خوبی اور خیر و نیکی کے ایک ہی راستے پر چلتے ہیں، یہ بات ہم صرف اللہ کے نبیوں اور رسولوں میں نہیں دیکھتے بلکہ دوسرے انسانوں میں بھی پاتے ہیں جو کم درجے کے لوگ ہیں اور یہی وہ حقیقت ہے جو دنیا کے تمام پسماندہ مظلوم و محکوم لوگوں کی ڈھارس بندھاتی ہے اور انہیں امید دلاتی ہے کہ وہ بھی جدوجہد کرکے انسانیت کے اعلیٰ مقام پر پہنچ سکتے ہیں۔ فطری طور پر کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ یہ مسئلہ بھی وحدت تخلیق سے مماثلت رکھتا ہے۔

لیکن ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ پہلے مسئلے میں انسان کی تخلیق اس کی ساخت اور اس کی فطری صلاحیتوں کا ذکر ہے دوسرے مسئلے میں اس کی ان بنیادی صفات کا جن کی وجہ سے وہ انسان کہلاتا ہے اور اسے دوسری مخلوقات پر فضیلت ہے، یہی وحدت ہے، جس کی تلاش میں انسانیت ہمیشہ سرگرداں رہی ہے۔ لیکن انسانوں کی ذاتی، قومی اور نسلی غرور نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور اس حقیقت کو پہچاننے نہیں دیا، اسی وجہ سے اقوام عالم میں ہمیشہ انتشار اور جنگ و جدل جاری رہا، تاہم سنجیدہ فکر رکھنے والے لوگ اور انسانیت کے صحیح خادم ہمیشہ اس وحدت کی تلاش میں رہے جب اسلام نے اس کا سر بلند کیا تو اس کا حقیقی منظر دیکھنے میں آیا، یعنی جب جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں ہر نسل اور ہر قوم کے لوگ جمع ہوئے اور اللہ کے صالح بندوں کی ایک کثیر جماعت تیار ہوئی تو اس میں فضیلت کا صرف ایک معیار رکھا گیا وہ تھا "تقویٰ" یعنی جو شخص خدا کے احکام کو پہنچانے

اور اس کی طاعت و بندگی میں سب سے آگے ہو وہی سب سے اچھا انسان ہے اور جو شخص اس فضیلت کو پا جائے یقینا اس کے اندر صدق، امانت، عدل و وفاداری، عہد کی پابندی اور تمام دوسرے خصائل اخلاق کا پایا جانا بالکل یقینی ہے، یہی وہ انسانیت تھی جس کا درس دینے کے لئے اللہ کے رسول ﷺ دنیا میں تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے انسانیت کا عملی نمونہ پیش کر کے یہ بتادیا کہ وحدت انسانیت صرف نظریہ نہیں بلکہ حقیقت ہے اور تمام انسانیت اپنے عمل سے اسے ثابت کر سکتی ہے۔

آج کل انسانوں کی صلاحیت کے بارے میں بہت زیادہ تحقیق ہو رہی ہے، بعض سفید نسل کے لوگ اپنی مادی ترقی کی بنا پر یہ دعویٰ کرنے لگے ہیں کہ وہ بہتر انسانیت کے مالک ہیں۔ لیکن یہ چیز محض ان کے ذاتی غرور کا نتیجہ ہے۔ یہ نظریہ سب سے پہلے جرمنی میں پیدا ہوا تھا اور اس کا بانی نٹشے تھا۔ اسی نظریئے نے بالآخر ہٹلر اور نازیوں کی تنظیم کی شکل اختیار کی، لیکن جب دو عالمی جنگوں میں جرمنی کو ذلیل ترین شکست ہوئی تو اس نظریئے کی پختگی اور اس کی عظمت کا راز کھل گیا اور معلوم ہوا کہ یہ نظریہ تمام تر جہالت پر مبنی تھا۔ حقیقت وہی ہے جو اسلام نے بتائی ہے، یعنی ذاتی صفات اور اخلاق کی بلندی کے اعتبار سے ہر انسان کوشش کر کے انسانیت کے اعلیٰ رتبے تک پہنچ سکتا ہے، چنانچہ یہ دوسرا نکتہ تھا، جس کی تعلیم اسلام نے سارے انسانوں کو دی اور جس کی بنیاد پر عالمی اور بہترین تمدن کی بنیاد رکھی۔

وحدتِ انجام:

رسول اللہ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کی تعلیمات میں انسانوں کے وحدتِ انجام کے متعلق بھی واضح اشارات عطا کر دیئے ہیں۔ اگرچہ صدہا برس پہلے اور اب بھی انسانوں کے انجام کے متعلق ادیان عالم میں مختلف نظریات پائے جاتے ہیں، اکثر قدیم ادیان اور تہذیبوں میں یہ خیال ملتا ہے کہ فلاں قوم یا مذہب کے لوگ اللہ کے محبوب بندے ہیں، یا اس کی نسل کے ہیں اور خدا صرف انہیں کا ہے، اوروں کی نہ وہ پرواہ کرتا ہے نہ ان کے انجام سے اُسے کوئی غرض ہے۔ یہ نظریہ خاص طور پر یہودیوں اور ہندوؤں کے ہاں ملتا ہے۔ قدیم ایرانیوں میں بھی اسی طرح کا تصور پایا جاتا ہے اور عیسائیوں میں تو انجام کے بارے میں صرف اتنا ملتا ہے جو شخص حضرت مسیح کو اپنا نجات دہندہ مان لے اس کی بخشش کے لئے یہی کافی ہے۔ ان تمام چیزوں کے برعکس رسول اللہ ﷺ نے یہ نظریہ پیش کیا کہ جس طرح تمام انسان اپنی تخلیق میں یکساں ہیں اسی طرح اپنے انجام میں بھی یکساں ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں انسانوں کی ہدایت کے لئے نبیوں اور رسولوں کا ایک سلسلہ جاری کیا اور ان کے ذریعے اپنے احکام لوگوں تک پہنچائے اور فرمایا کہ ایک دن میں اس سارے عالم کا کاروبار لپیٹ دوں گا، اور تمام انسانوں سے پوچھوں گا کہ تم نے دنیا میں کیا کیا؟ میرے کہے پر عمل کیا یا اس کے خلاف چلے۔ انسانوں کی بعد کی زندگی کا دارومدار انہی سوال و جواب پر ہوگا اور یہ مواخذہ تمام انسانوں سے ہوگا۔ اس لئے قرآن بار بار فرماتا ہے کہ تم اس عالم میں خواہ کچھ کرو خدا کی عبادت کرو یا اس کے منکر رہو، صبر و نیکی کی زندگی گزارو یا کفر و فساد میں مبتلا رہو، بالآخر تم کو لوٹ کر اسی کے پاس جانا ہے، اس انتباہ کا مقصد یہ تھا کہ کہیں انسان یہ نہ سمجھ لے کہ وہ اس دنیا میں کلیۃً آزاد ہے اور جو اس کے جی میں آئے کرے خیر و شر کی تمیز سے آزاد ہو اور خدا کی طاعت و بندگی سے بے پرواہ ہو، یہ تنبیہ اللہ تعالیٰ نے اس لئے کی کہ ہر انسان اپنی آخرت کو پہنچانے اور اس دنیا کے عارضی قیام پر نازاں نہ ہو۔

اور یہ بھی سمجھے کہ اس کو اسی حق تعالیٰ کے پاس جانا ہے جس کے پاس سب کو جانا ہے، اس لئے اس دنیا میں وہ

دوسرے انسانوں کے حقوق کو بھی نہ بھولے اور اس کے اندر یہ احساس بھی پیدا کرنا مقصود ہے کہ جس طرح اس دنیا میں تمام انسان ایک خدائی کے اندر رہنے پر مجبور ہیں، اسی طرح آخرت میں بھی وہ اسی کی خدائی کے اندر رکھے جائیں گے اور جب انسان کے اندر یہ شعور پیدا ہو جائے کہ سب کا ایک ہی انجام ہونے والا ہے تو وہ اپنی زندگی میں زیادہ ذمہ داری اختیار کرے گا اور دوسرے انسانوں کو بھی اپنے جیسا انسان سمجھے گا وحدت کے اس نظریے سے یہ تعلیم دینا بھی مقصود ہے کہ انسان اس دنیا میں عبث نہیں پیدا کیا گیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک مقصد کے لئے پیدا کیا ہے، وہ ہے اس کی عبادت و بندگی اور اس کے احکام کی تعمیل اور جب انسان یہ محسوس کرے گا کہ یہاں تھوڑے دن تو رہنا ہے، اس عارضی قیام کے بعد بہت جلد یہاں سے رخصت ہونا ہے۔ تو اس کے اندر سرکشی اور انکار کے جذبات مشکل سے ابھریں گے اور جب سب انسان ایسا ہی محسوس کریں گے تو بہت زیادہ ممکن ہے کہ وہ ایک ہی مرکز پر اطاعت الٰہی کی طرف مائل ہوں اور یہی چیز تمام خیر و نیکی کی بنیاد ہے۔ اس سے انسان کے اندر بہترین اور لطیف صلاحیتیں پیدا ہو سکتی ہیں۔

انسانوں میں وحدتِ انجام کے تعلق سے درج ذیل باتیں سامنے آتی ہیں:

- ✓ ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ مواخذہ کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب برابر ہیں۔
- ✓ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ دنیا میں امتحان کا وقت بہت تھوڑا سا ہے یہاں سے لوٹ کر ایک ہی مقام پر پہنچنا ہے، جہاں سب سے حساب کتاب لیا جائے گا۔
- ✓ تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ بعد کی زندگی میں سب کو داخل ہونا ہے خواہ وہ چاہیں یا نہ چاہیں، ان تمام باتوں کو سمجھ کر انسان انسانوں کی اس عالمی وحدت کا ایک اچھا اور صالح رکن بن سکتا ہے اور اس میں خداشناسی کا جذبہ ابھر سکتا ہے، اور وہ اس دنیا کا ایک اچھا شہری بن سکتا ہے۔

لہٰذا وحدت انجام کا یہ تصور بھی اسلام کے زریں کارناموں میں سے ایک کارنامہ ہے انسانیت کو خیر و فلاح کی طرف بیدار کرنے کے لئے ایک بہترین قدم ہے۔

اختتامیہ:

اسوۂ رسول کریم ﷺ کے تحت قائم ہونے والی معاشرت کا داخلی ربط وارتباط اور استحکام وحدت میں ہی مضمر ہے۔ قرآن و اسوہ رسول ﷺ کی تعلیمات اور مسلم معاشرت کو رسول اللہ نے جن حقیقی اسلامی تعلیمات کا عملی پیکر بنایا تھا، ان حقیقی اقدار اور ان کے مقاصد کے نظروں سے اوجھل ہو جانے کے باعث، ہوا یہ ہے کہ جمع ہونے والے لوگ باہمی میل جول اور روابط بڑھانے، ایک دوسرے کے دکھ درد بانٹنے، اپنے اپنے افکار و خیالات کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے گفت و شنید کرنے اور اپنی قوم و ملت اور ملک و معاشرے کی بہتری اور فلاح و بہبود پر توجہ صرف کرنے کی بجائے دیگر کاموں کو سراسر نیکی و عبادت اور اپنا واحد مقصدِ حیات سمجھ کر ان میں لگ گئے۔ نوافل اور نفلی عبادات کی طرف توجہ بڑھ گئی اوراد و وظائف کے سلسلے شروع ہو گئے۔ چلہ کشیاں ہونے لگیں۔ ہزار دانہ تسبیح ہاتھوں میں تھام لی گئی۔ منہ بند ہو گئے اور اشاروں کنایوں میں سرسری پیغام رسانی رہ گئی ہے۔ قوم اور قومی سوچ کو اہل ظاہر اور اہل باطن کی تقسیم سے دوچار کر دیا گیا۔ اور خود کو معتبر بنانے کے لیے ایک دوسرے پر زبانِ طعن دراز کی جانے لگی۔

قومی وحدت و جمعیت اور اس کی صحت و توانائی کا کسی کو خیال ہی نہیں رہا۔ایک قومی وحدت و جمعیت کے سب سے اہم اور مؤثر اصول کے سائے میں ملت کے اندر یکجہتی و ہم آہنگی پیدا کرنے والے جملہ عوامل اور اسباب و محرکات ایک ایک کر کے یونہی خاموش ہوتے چلے گئے۔ ہم اسوۂ رسول کریم ﷺ کی اپنی اصل اساس سے بھٹکے تو دور بہت دور نکل گئے۔اس طرح طرزِ حیات سکھانے کے لیے آنے والا دین ایک شخصی زندگی کے محدود خول میں بند ہو کر رہ گیا اور دین کو محض نجی اور شخصی معاملہ سمجھا جانے لگا۔ معاشرت اس سے آزاد ہو کر بے راہ ہو گئی۔ پھر اس کے تند و تیز دھارے میں افراد انسانی بھی بے سمت ہو کر بہنے لگ گئے۔ سورۂ الحجر کی آیت ۱۴ ایک نشأتِ نو کی امید دلاتی اور کامیابی کا یقین پیدا کرتی ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ یہ نشأتِ نو ان اصولوں اور قدروں کے عین مطابق ہونی چاہیئے جن کی آزمائش قرآن کو میزان و فرقان بنا کر کی جائے گی۔ بصورت دیگر اٹھنے کی کوشش لڑکھڑا کر پھر گرنے کی سعی ہو گی۔اس سے نقصان و زیاں کا ہی اضافہ ہو گا۔لہٰذا بہر طور قرآن حکیم اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کی طرف مراجعت شرطِ اولین ہے۔

نتائج و سفارشات:

- اسوۂ رسول کریم ﷺ کی دی ہوئی معاشرت اپنی ساخت میں عالمگیریت ہی کے اصول پر وضع ہوئی ہے۔یہ تنظیم ،مغربی جمہوریت سے لاکھ درجے بہتر ہونے کے باوجود متروک اخلاص وللّٰہیت کی کمی کی وجہ سے ہے۔ہمیں اس کمی کے خاتمے کے لئے کاوشیں کرنی چاہییں تاکہ ہم عالمی وحدتِ امت کی راہ ہموار کر سکیں۔
- اسوۂ رسول کریم ﷺ کے تحت معاشرتی ضبط و انقیاد کے جو اصول متعارف کروائے گئے تھے ان کا بھی صحیح تر فہم و ادراک از سر نو حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔اور معاشرتی ضبط و نقیاد سے متعلق عالمی سطح پر عالمی وحدت کی ہم آہنگی کو فروغ دیا جائے۔
- اسوہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کو عملی انداز میں اختیار کرنے کے بعد ہی ہم آنے والے وقتوں میں اپنی حیاتِ اجتماعی کے تقاضے پورے کرنے کی سبیل پیدا کرنے کے قابل ہو سکیں گے۔
- عالمی وحدتِ امت اور ایک عالمی فلاحی اسلامی معاشرت کی عالی شان عمارت کی از سر نو تعمیر کے عمل کے لئے ہمیں اپنی نسلِ نو کی عملی تربیت قرآن اور اسوہ رسول ﷺ کی حقیقی تعلیمات کی روشنی میں کرنا ناگزیر ہے۔اور عالمی سطح پر مسلمانوں کی ترقی کا راز بھی انہی تعلیمات پر عمل کی صورت میں ہی ممکن ہے۔
- عالمی وحدتِ امت کے لئے اسوہ رسول ﷺ کا واحد ایک راستہ ہے جس پر چلنے سے ہمارے روشن و تابناک مستقبل کے خواب شرمندۂ تعبیر ہو سکتے ہیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

1۔ بخاری ، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری،باب حجۃ الوداع، کراچی، قدیمی کتب خانہ، طبع ثانی :۱۹۶۱، ص:۸۸۹، ج:۲

1- Bukhāry , mḥmd bin asmāʿyl, ṣḥyḥ bukhāry, bāb ḥuğt al-ūdāʿ, kārāchi, qdymy kutb khānā, ṭbʿ 1961ʾ,page:889,vol:2

2۔ قشیری ، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم ، کراچی ، قدیمی کتب خانہ، طبع ثانی:۱۹۵۶ء،ص : ۳۲۹، ج: ۲

2- qušhyry , muslim bin ḥağāğ, ṣḥyḥ muslim , Kārāchi , qdymy ku tb khānh, ṭbʿ ṯān:1956ʾ,pag : 329, vol. 2

3۔ ایضاً،ص : ۳۳۱، ج: ۲

3- abid, pag :331,vol:2

4۔ ابن ہشام،عبد الملک ، ابو محمد، السیرۃ النبویہ،بر حاشیہ الروض الانف، ملتان، عبد التواب اکیڈمی، بلا سنِ طباعت، ص: ۳۵۱، ج:۲

4- Abn Hašhām,ʿbd al-mlk , abū mḥmd, al-syrt al-nbūyh, bar ḥāšhya al-rūḍ al-ānf, multān, abd al-twāb academy, blā sn i ṭbāʿt,pag:351, vol:2

5۔ النسآء: ۱

5- Al-nisʾāʾ: 1

6۔ بخاری ، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، باب حجۃ الوداع،محولہ بالا ، ص:۸۸۰، ج:۲

6- Bukhāry , mḥmd bn asmāʿyl, ṣḥyḥ bukhāry, bāb ḥuğt al-ūdāʿ,mḥūlh bālā , pag:88, vol:2

7۔ قشیری ، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم ،محولہ بالا،ص : ۳۳۳، ج: ۲

7- - qušhyry , muslim bin ḥağāğ, ṣḥyḥ muslim ,mḥūlh bālā, pag :333, vol:2

8۔ ابن ہشام،عبد الملک ، ابو محمد، السیرۃ النبویہ،بر حاشیہ الروض الانف،محولہ بالا، ص: ۳۵۲، ج:۲

8- Abn Hašhām,ʿbd al-mlk , abū mḥmd, al-syrt al-nbūyh, bar ḥāšhya al-rūḍ al-ānf, mḥūlh bālā, pag:352,vol:2

9۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی، سنن ابی داؤد،لاہور، اسلامی اکادمی، ۱۹۸۳ء، ص: ۶۳۴، ج۳

9- abū dāuʾd, slymān bin ašʿṯ al-sğistāny, sunn aby dāuʾd,lāhore, aslāmy akādm1983ʾ,pag:634, vol:3

10۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، لاہور، فرید بک اسٹال، ۱۹۸۳ء،ص: ۴۷۲،ج:۲

10- abn māğh, mḥmd bin yazyd, sunn abn māğh, lāhore, fryd book stāl, 1983ʾ, pag: 472, vol:2

11۔البقرۃ: ۴۹

11-ālbqrah:49

12۔البقرۃ: ۱۴، ۱۵

12-ālbqrah: 14-15

13۔الحج: ۶۵

13-ālḥğ: 65

14۔الجاثیہ: ۱۳

14-ālğāṯyh: 13

15۔التین:۵

15-āltyn: 5

16۔الانعام :۱۶۵

16-ālānʿām :165

17۔ روم: ۳۰

17- rūm:30